قمری تقویم هجری

عبد القدوس ھاشمی

ہم اوقات کی تعیین کے لئے زمانہ ما قبل التاریخ یا نایادگار زمانہ سے چار پیمانے رکھتے ھیں۔ یہ کب سے ھیں اور انسان نے کب سے یہ پیمانے مقرر کر رکھے ھیں، اس کے لئے کوئی تاریخ ہم مقرر نہیں کر سکتے۔ منضبط تاریخ تو کجا افسانوی اور آثاری تاریخ بھی موجود نہیں ھے۔ چار پیمانے یہ ھیں۔

(۱) طلوع آفتاب سے دوسرے طلوع آفتاب تک کو ہم دن کہتے ھیں۔

(۲) ایسے سات دنوں کو ہم ھفتہ کہتے ھیں۔

(۳) اور ایک ھلال سے دوسرے ھلال یعنی پہلی کے چاند کو ہم مہینہ کہتے ھیں۔

(۴) ایسے بارہ مہینوں کو ہم سال، سنہ یا سمت کا نام دیتے ھیں۔

یہ سب کب سے مقرر ھے؟ ہمیں نہیں معلوم۔ ھاں آسمانی کتابوں میں ان پیمانوں کا ذکر موجود ھے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل ہونے والی کتاب تورات مقدس اپنی اصلی عبرانی زبان میں تو ایک لفظ بھی موجود نہیں ھے البتہ جس صورت میں وہ آج تحریف کے بعد اور ترجمہ سے ترجمہ کی صورت میں موجود ھے، اس کے پانچ حصے ھیں۔ پیدائش، خروج، احبار، شمار اور استثنا۔ ان میں

دن مہینہ اور سال کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ پہلے حصہ یعنی کتاب پیدائش میں بالکل ابتدائی فقروں میں یہ موجود ہے کہ ''اور خدا نے کہا کہ روشنی ہوجا اور روشنی ہوگئی، خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے اور خدا نے روشنی کو تاریکی سے جدا کیا اور خدا نے روشنی کو تو دن کہا اور تاریکی کو رات اور شام ہوئی اور صبح ہوئی، سو پہلا دن ہوا،،

اسی طرح تورات کے دوسرے حصوں میں اتنے سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو یہ ہوا، متعدد فقروں میں بیان کیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

یسئلونك عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس والحج . (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۹)

آپ سے لوگ ھلال (پہلی کے چاندوں) کے متعلق سوال کرتے ھیں، کہدیجئے کہ یہ آدمی کے لئے اور حج کے لئے وقت کی تعیین کا ذریعہ ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

و جعلنا اللیل والنھار آیتین فمحونا آیة اللیل و جعلنا آیة النھار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربکم و لتعلموا عدد السنین و الحساب و کل شی فصلناہ تفصیلا . (سورۃ الاسراء آیت ۱۲)

اور ہم نے رات اور دن کو نشانیاں بنایا ہے، تو رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کو روشن بنا دیا تاکہ تم اللہ کا فضل (روزی) تلاش کر سکو، اور سالوں اور حساب کے اعداد معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کو ایک دوسرے سے الگ الگ بنایا ہے۔

ایک اور آیت قرآنی ھے :

هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا و قدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب . (سورہ یونس آیت ٥)

وہ اللہ ھی ھے جس نے آفتاب کو روشنی اور چاند کو نور بنایا ھے اور اس کے لئے منزلیں مقرر کی ھیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو

قرآن مجید میں سال کے بارہ مہینوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ھے :

ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموات والارض . . . (سورة التوبة آیت ۳۷)

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ھیں اللہ کی کتاب میں اسی دن سے جب کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

دن اور ھفتہ :

آسمانی کتابوں کی ان شہادتوں سے یہ تو واضح طور پر معلوم ھوجاتا ھے کہ اوقات کی تعیین ابتدائے عہد ھی سے اس طرح ھو رھی ھے۔ قیاس بھی یہی چاھتا ھے کہ انسان نے فاصلہ زمانی کو ناپنے کا یہی طریقہ اختیار کیا ھوگا۔ آفتاب کے طلوع سے دن شروع ھوا، اور ڈوبنے سے رات شروع ھوگئی۔ ھر روز آفتاب ایک ھی طرح کا دکھائی دیتا ھے اس میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ھے۔ ۳۱ دسمبر کی صبح کا آفتاب ھو یا ٥ جنوری کی صبح کا، اس میں کوئی فرق محسوس نہیں ھوتا، اس لئے اس سے شمار کرکے مدتوں کی تعیین بغیر حساب کے نہیں ھو سکتی، اس کے بر خلاف پہلی شب کا چاند پانچویں شب کے چاند سے اتنا

مختلف ہوتا ہے کہ اس کے سمجھنے کے لئے کسی شمار یا حساب کی ضرورت نہیں۔ اس وجہ سے پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آدمی نے چاند ہی کے ذریعہ مہینوں اور سالوں کا شمار پہلے پہل شروع کیا ہوگا۔ اور رات دن کے شمار میں بھی رات کو دن سے مقدم ہی شمار کرتا ہوگا کیونکہ چاند رات کی ابتداء ہی میں نظر آتا ہے۔

آفتاب کی صورت و سیرت میں تو کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا لیکن چاند کی صورت میں تو ہر روز تبدیلی ہوتی رہتی ہے، وہ پہلی رات سے دوسری رات میں اور دوسری سے تیسری رات میں زیادہ موٹا نمایاں اور چمکیلا نظر آتا ہے۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے چودہ راتوں میں پورا ہو جاتا ہے۔ پھر ہر رات کو گھٹتا رہتا ہے اور اس کے ظہور کی مدت بھی کم ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ اٹھائیسویں رات کو بالکل غایب ہو جاتا ہے۔ پھر ساٹھ گھنٹے غائب رہنے کے بعد باریک سا نکلتا ہے۔

اب اس ۲۸ راتوں کو لوگوں نے پہلے دو پر اور پھر چار پر تقسیم کیا۔ اسے ہندی میں پکھ کہتے ہیں اور ان کے نام بدی، اور سدی ہیں۔ یہ حسابی اعتبار سے بالکل صحیح تقسیم ہے۔ محاق کی مدت یعنی ان راتوں کو جب کہ چاند ہماری آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے خارج کر دینے کے بعد ہمیں ۲۸ راتیں ملتی ہیں، عروج ماہ کی چودہ راتیں، یعنی مبیضہ یا بدی۔ اور زوال ماہ کی چودہ راتیں یعنی مظلمہ یا سدی۔ اب پھر ان چودہ راتوں کو دو پر تقسیم کیا تو سات سات راتوں کے دو حصے پیدا ہوگئے۔ انہیں ہفتہ یعنی سات راتیں کہا جاتا ہے۔ ۲۸ کے عدد کو اگر ہم برابر حصوں میں تقسیم کرنا چاہیں تو صرف ایک ہی

تقسیم ہو سکتی ہے - ۲ - اور پھر - ۲ = جملہ چار ہی برابر حصے پیدا ہو سکتے ہیں - ان سات راتوں کے مجموعہ کو دنیا کی مختلف زبانوں میں مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے - خدا جانے کہ ابتداء" اسے کیا کہا جاتا تھا - ہفتہ کو سنسکرت میں سپتم کہتے ہیں - عبرانی قدیم میں سبت، پرانی ایرانی زبان میں سفتہ جو بعد کو ہفتہ ہو گیا - شاید بہت سی قدیم زبانوں میں اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ ہوں گے -

تمدن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات دنوں کے نام پہلے بابلی تمدن میں آسمان پر دکھائی دینے والے سات ستاروں کے نام پر رکھے گئے تھے - ان سیاروں کی بابل میں پرستش ہوتی تھی اور ان ہی کے نام پر ان سات دنوں کے نام رکھے گئے تھے -

۱) آدیتہ - آدیتوار - اتوار - سن ڈے - - یعنی سورج مان دیوتا کا دن
۲) سومو - سوموار - سوموار - مون ڈے - (منڈے) - چندرمان دیوتا کا دن
۳) منگل - منگل وار - منگلوار - ٹیوس ڈے - یعنی عطارد کا دن
۴) وینس - ناھید - وینس ڈے - یعنی زھرہ دیوی کا دن
۵) برہ پتی - برھسپت - تھرسا ڈے - یعنی مریخ جلاد فلک کا دن
۶) — شکروار - فریجاڈے - یعنی مشتری دیوی کا دن
۷) — سنیچروار - سٹرن ڈے - یعنی زحل دیوتا کا دن

یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ دیوی دیوتا کے ناموں پر رکھے ہوئے ان ناموں کو عام طور سے ترجمہ یا ادنی تغیر کے ساتھ سب جگہ قبول کرلیا گیا حتی کہ ایرانی حکومت میں بھی جہاں مہینہ کے تیس دنوں کے لئے الگ الگ

نام موجود تھے - اور تیس دنوں میں آتش پرستی کے لئے الگ الگ آتشکدے بھی تھے لیکن عام گفتگو میں بابلیوں کے رکھے ہوئے نام وھاں بھی چلا کرتے تھے -

قمری سال :

قیاس چاھتا ھے کہ ابتدا میں لوگوں نے قمری ھی سال حساب میں لیا ھوگا - شمسی حساب کے سال کا خیال زمانہ ما بعد کی پیداوار ھے - اس لئے کہ ھم دنیا کے تمام مذاھب اور تمدنوں میں ابتداءً قمری ھی سال دیکھتے ھیں اور بہت سے تہوار آج تک قمری ھی حساب سے منائے جاتے ھیں - مثلاً یہود کا تہوار صوم کبود، عیسائیوں کا تہوار ایسٹر، ھندوؤں کے تہوار شنکرات، پونم اور مسلمانوں کی عیدین وغیرہ - دنیا کی بڑی بڑی مشہور زبانوں میں مہینہ کے لئے جو لفظ ھے وہ اس زبان کے اسی لفظ سے بنا ھے جو چاند کے لئے تھا مثلاً عربی میں شھر پہلی رات کا چاند یعنی ھلال اور بالکل یہی لفظ مہینہ کے لئے ھے- یہی حال فارسی کا ھے لفظ ماہ چاند اور مہینہ دونوں معنی کے لئے مستعمل ھے - ھندی اور سنسکرت میں ماس دونوں کے لئے موجود ھے - مون سے منتھ بالکل اسی طرح بنا ھے جیسے ٹن سے ٹنتھ اور سیون سے سیونتھ بن کر تیار ھوئے ھیں - ترکی میں مہینہ کے لئے آئے ٹھیک وھی لفظ ھے جو چاند کے لئے اس زبان میں ھے - اردو اور ھندی میں تو چاند کرۂ قمر کے لئے اور مہینہ کے لئے بولا ھی جاتا ھے -

شمسی سال :

دنیا اسی طریقہ پر چل رھی تھی اور ایک چاند سے دوسرے چاند کو ایک مہینہ اور بارہ ایسے مہینوں کو سال شمار کیا جاتا تھا کہ ذھین اور چالاک

برھمنوں نے اور ھوشیار حاخاموں نے مٹھ، اور صومعات بنائے ۔ عبادتخانے بن کر تیار ھوئے تو ھر سال ایک تاریخ مقرر پروھاں پہلی فصل کا نذرانہ اور بھیڑ بکریوں کی قربانی بھی ضروری قراردی گئی ۔ اب دو چار سال کے بعد ھی یہ محسوس ھوا کہ جو تاریخ مقرر کی گئی تھی اس میں نہ تو نئی فصل تیار ھوئی اور نہ بھیڑ بکریوں کے بچے پیدا ھوئے ۔ لیجئے اب حاخاموں اور پروھتوں کے لئے ایک بڑا سوال پیدا ھوگیا ۔ کسان کے کھیت میں فصل ھی تیار نہ ھوگی اور اس کے باڑوں میں بھیڑ بکریاں نہ ھوں گی تو وہ برھمنوں اور حاخاموں کے لئے نذرانے کہاں سے لائے گا ۔

اس وقت دانشمند عالموں نے شمسی سال کا حساب تیار کیا ۔ اس لئے کہ موسم حرارت شمسی ھی سے بدلتے ھیں اور فصلیں اسی سے پکتی ھیں ۔ ھر قوم نے اس کے لئے حسابی عمل شروع کیا ۔ چاند کے حسابی سال اور سورج کے حسابی سال میں جو فرق تھا اسے برابر کرنے کے لئے کبیسہ کا طریقہ اپنایا گیا ۔ کبیسہ کے طریقہ کو ھر قوم نے الگ الگ حسابی قاعدوں سے اپنایا ۔ ھندی میں اس کو لوند کہتے ھیں ۔ انگریزی میں لیپ، عربی فارسی، ترکی اور اردو میں کبیسہ کہتے ھیں جو عربی مادہ کبس بمعنی اوپر سے دبا دینا سے مشتق ھے ۔

قمری مہینہ یعنی چاند کا زمین کے گرد ایک مکمل دورہ مہینہ کہلاتا ھے، اس کی مدت کبھی ۳۰ دن اور کبھی ۲۹ دن ھوتی ھے ۔ ایسے بارہ دوروں کی پوری مدت ۳۴/۴۸ / ۳۵۴ ھوتی ھے ۔ اس کا مفہوم یہ ھوا کہ کسی ایک مقام کے افق پر پہلی رات کا چاند تیرھویں بار اس مدت سے کم میں نہیں دکھائی

دے سکتا ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مدت بارہ برابر برابر حصوں میں تقسیم نہیں ہو سکتی، اس لئے قمری سال کا ہر مہینہ ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے ۔

شمسی سال یعنی زمین کے سورج کے گرد بیضوی دائرہ پر حرکت کرتے ہوئے ایک دورہ کی پوری مدت ۴۶/۴۸/۵/۳۶۵ ہوتی ہے ۔ یہ مدت بھی برابر برابر کے بارہ حصوں پر تقسیم نہیں ہو سکتی، اس لئے ہر چوتھے سال کو ۳۶۵ کی بجائے ۳۶۶ دن کا بنا لیا جاتا ہے ۔ جس کو لیپ ایر کہا جاتا ہے ۔ اب موجودہ گریگوری کیلنڈر میں ایک دن کا یہ اضافہ ماہ فروری کے آخر میں کر کے اسے ۲۹ دن کا مہینہ بنا لیا جاتا ہے ۔ پہلے یہ اضافہ جون میں اور اس کے پہلے ستمبر میں کیا جاتا تھا ۔

اس اضافہ سے بھی کسور کا معاملہ باقی ہی رہ گیا ۔ اس لئے ہر چارسو آٹھ سال کے بعد کیلنڈر کو پھر سے درست کرنا پڑتا ہے، پچھلی ترمیم تقدس مآب پاپائے اعظم گریگوری سیزدھم نے اکتوبر ۱۵۸۲ء میں کی تھی اور ماہ اکتوبر سے دس دن خارج کردے گئے تھے ۔ اسی لئے موجودہ کیلنڈر کو گریگوری کیلنڈر کہتے ہیں ۔ ورنہ حقیقتاً یہ قدیم جولین کیلنڈر ہے ایک عیسائی راہب ڈینس ایگزیگوس نے غلط حساب کر کے حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کردیا ہے حالانکہ حضرت عیسی مسیح علیہ لسلام چارسال پہلے پیدا ہوئے تھے ۔

۱۹۲۳ء میں مجلس اقوام جنیوا نے ماہروں کی ایک خاص کمیٹی اس کیلنڈر کو صحیح کرنے کے لئے بنائی تھی ۔ کمیٹی نے طویل عرصہ تک کام

کرکے ایک ضخیم رپورٹ بھی پیش کی مگر ثابت یہ ہوا کہ ایسا کیلنڈر بنانا ممکن نہیں ہے جو دوامی طور پر موسم کا ساتھ دے سکے۔

سنہ ھجری :

عرب میں زمانہ نایادگار سے قمری سال رائج تھے۔ اور مہینوں کے نام بھی یہی تھے۔ محرم، صفر، ربیع‌اول وغیرہ، آخری مہینہ میں کعبہ کا حج ہوا کرتا تھا۔ اسی لئے عرب عام طور پر لفظ حج بول کر مجازاً سال بھی بولتے تھے قرآن مجید میں لفظ حج بمعنی سال استعمال ہوا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ما بین حضرت بی‌بی صفورہ کے نکاح کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔

قال انی ارید ان انکحك احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندك وما ارید ان اشق علیك ستجدنی انشاءالله من الصالحین۔ (سورۃ القصص آیت ۲۷)

(حضرت شعیب نے) کہا کہ میں تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح اس مہر پر کر دینا چاھتا ھوں کہ تم آٹھ سال تک میرے پاس مزدوری کرو، پھر اگر تم نے دس سال پورے کر دئے تو یہ تمھاری طرف سے ھوں گے۔ میں تم پر جبر کرنا نہیں چاھتا انشاءاللہ تم مجھ کو نیکوکار ھی پاؤگے۔

حج کا اجتماع اگرچہ ایک مذھبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے ھوتا تھا لیکن عرب کے لوگ اس اجتماع سے تجارتی و ثقافتی فائدے بھی اٹھاتے تھے۔ بڑے پیمانے پر تجارت ھوتی تھی اور شعر و شاعری کے مقابلے بھی ھوا کرتے تھے۔ عربوں نے یہ محسوس کیا کہ قمری مہینے موسم کا ساتھ نہیں دیتے اس لئے انھوں

نے غالباً یہودیوں سے سیکھ کر اپنے قمری سال میں بھی کبیسہ کا طریقہ رائج کردیا۔ لیکن نہایت غیر علمی انداز میں اور صحیح معنوں میں پھوہڑ پن کے ساتھ۔ ہر تین سال کے بعد وہ ایک زاید تیرھواں مہینہ کسی مہینہ کے ساتھ بڑھا دیتے تھے۔ اس طرح تین سال تک حج آخری مہینہ یعنی ذی‌الحجہ میں ہوتا، اور اس کے بعد تین سال تک محرم میں پھر تین سال تک صفر میں، اس طرح گھوم کر پھر ذی‌الحجہ میں آجاتا۔ لیکن اس طرح ہر چھتیس سال میں ایک سال کا حج ساقط ہوکر گم ہوجاتا۔ سنہ ۱۰ھ کا حج جو تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس دورہ کے بموجب پھر ذی الحجہ میں آگیا تھا۔ دو ماہ سے مکہ اور مدینہ کے مابین رویت ہلال کا فرق آرہا تھا اس لئے مکہ میں جو حج ہوا وہ ۹ ذی الحجۃ کو جمعہ کے دن ہوا اور اسی روز وقوف عرفات کی تاریخی پڑی لیکن مدینہ منورہ میں جو رویت ہلال ہوئی تھی اس کے اعتبار سے مدینہ منورہ میں ذی‌الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کی آٹھویں تاریخ تھی۔

ہمارے سامنے ایسی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں جس کی بنا پر ہم قمری تقویم میں کبیسہ کے وقت کی تعیین کر سکیں لیکن عرب قصہ کہانیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ عمل ہجرت سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہوا ہوگا۔ پہلے پہلے جس شخص نے حج کے موقع پر کبیسہ کا اعلان کیا تھا وہ بنی کنانہ کا ایک حساب دان قلمس نامی تھا۔ اس کے بعد یہ رواج ہو گیا کہ بنی کنانہ کا سردار ہی ہر سال اعلان کیا کرتا تھا۔ اور اسی کے ساتھ وہ یہ بھی اعلان کرتا تھا کہ آئندہ سال میں حرمت کے چار مہینے کون سے ہوں گے۔ اس عمل کو

اصطلاحاً النسئی کا نام دیا گیا تھا۔ یہ دونوں قسم کے اعلان، اول یہ کہ آیندہ سال کس ماہ کے ساتھ زاید مہینہ ہوگا اور دوم یہ کہ حرمت والے مہینوں کون سے ہوں گے، جو سردار یہ اعلان کرتا تھا اس کو قلمس کا لقب دیدیا گیا تھا۔ اسی لئے اس کی جمع قلامسہ بھی بن گئی۔ اب یہ نام شخصی نام کے بجائے ایک عہدہ کا نام ہو گیا۔ چونکہ حج مذھبی رسم اور تجارتی اجتماع دونوں کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے عربوں نے تجارتی نقل و حرکت کو پر امن رکھنے کے لئے چار مہینوں کو حرمت کے پر امن مہینے قرار دے لیا تھا جس میں لوٹ مار اور رھزنی سے احتراز کیا جاتا تھا۔ ان مہینوں کو الشہر الحرام کہا کرتے تھے۔ اور جناب قلمس ان میں حسب منشاء تبدیلیاں کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی سورہ التوبہ آیت نمبر ۳۷ میں جہاں النسی کو حرام کیا گیا ہے قلامسہ کے اس عمل کا ذکر موجود ہے۔

دو تقویم :

قلامسہ کے عمل کبیسہ کو مکہ مکرمہ اور اس کے قریب کے چند مقامات کے سوا اور کہیں قبول نہیں کیا گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے ۱۵۸۲ء میں پاپائے گریگوری کے بنوائے ہوئے کیلنڈر کو سارے یورپ نے فوراً قبول نہیں کیا تھا، انگلستان اور روس نے تو کئی سو سال کے بعد قبول کیا۔ بالکل اسی طرح عربوں نے کیا۔ اور اب دو تقویمیں عرب میں پیدا ہوگئیں۔ ایک بغیر کبیسہ کے قمری سال والی تقویم جو مکہ اور نواح مکہ کے سوا سارے عرب میں رائج تھی، اسے ہم بدوی یا مدنی تقویم کہتے ہیں۔ اور دوسری تقویم کبیسہ والی قمری تقویم جس کے بموجب حج ہوتا تھا۔ اور اھل مکہ اسی طرح سال کا حساب کرتے

تھے ، اسے ہم حضری یا مکی تقویم کہتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی واقعہ کو ایک راوی ماہ شعبان کا واقعہ بتاتا ہے تو دوسرا اسی واقعہ کو ماہ شوال کا واقعہ قرار دیتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک مکی تقویم کے بموجب بیان کرتا ہے اور دوسرا مدنی تقویم کے بموجب۔

یہ صورت حال ذی الحجہ ۱۰ھ تک باقی رہی جب کہ آیت قرآنی نے کبیسہ اور نسئی کی ممانعت کردی، اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسئی کے ممنوع ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اس کے بعد سے بغیر کبیسہ کا قمری سال بارہ مہینوں کا رائج ہوگیا جو آج بھی قائم ہے۔ اگرچہ پچھلے چودہ سو سال کے عرصہ میں ملکی ضروریات کے لئے مختلف ملکوں میں شمسی سال رائج ہوئے اور بار بار تقویمیں بنتی رہیں لیکن ہجری سنہ میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکی۔ یہ ہمیشہ بارہ قمری مہینوں کا ہی رہا۔ ایران میں شمسی ہجری سال بنایا گیا لیکن یہ قمری ہجری سال کو مٹا نہ سکا، عمر خیام نے تقویم بنائی جلال الدین خوارزم شاہ نے تقویم بنائی، ہندوستان کے شہنشاہ اکبر نے تقویم بنائی، فرماروایان بنگال نے فصلی تقویم بنوائی، اور ان کے علاوہ بہت سی تقویمیں شمسی حساب سے بنیں، اور مقامی طور پر رائج بھی رہیں، حیدرآباد دکن میں متعدد زمانوں میں ترمیم کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی تقویم جلالی ۱۹۴۸ء تک رائج تھی، افغانستان میں بھی شمسی تقویم رائج تھی، ایران میں بھی شمسی تقویم رائج ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی تقویم بھی قمری تقویم ہجری کو فراموش نہ کراسکی، عیدین رمضان وغیرہ سب مدنی تقویم کے بموجب ہوتے ہیں۔ دنیا کے ہر حصہ میں ایک ارب مسلمان مدنی تقویم کو یاد رکھتے ہیں اور اسی کے بموجب مذہبی اور معاشرتی تقریبات شادی وغیرہ انجام پاتی ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قمری سال میں موسموں سے ہم آہنگی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ موسموں کے بدلنے کا دار و مدار زمین کی آفتاب سے قربت اور بعد پر ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ قمری سال کا سمجھنا عام آدمی کے لئے شمسی سال یا کسی دوسرے حسابی سال سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دنیا کی تمام اقوام نے فصلی ضروریات کے لئے شمسی حساب کو اختیار کرنے کے باوجود بغیر کسی حساب یا آلہ کے محسوس ہونے والے بارہ قمری مہینوں کے سال کو قایم رکھا۔ ظاہر ہے کہ عوام کسی جگہ کے ہوں دھنوتری اور خیام جیسے حسابی یا ماہر فلکیات نہیں ہو سکتے ہیں۔ اور یہ کسی طرح ایک عام آدمی کی سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ ۳۱ دسمبر کا آفتاب یکم جنوری کے آفتاب سے زیادہ روشن یا زیادہ گرم ہوتا ہے۔

مہینوں کے نام :

غرض یہ کہ ہماری ہجری تقویم بھی وہی قمری تقویم ہے جو زمانہ قبل از تاریخ سے سمیری، بابلی اشوری تہذیبوں میں موجود تھی، عرب میں اس کے بارہ مہینوں کے نام بھی نزول قرآن سے بہت پہلے رکھے جا چکے تھے۔ ان ناموں کے لغوی معنی پر غور کرنے سے یہ قیاس قائم ہوتا ہے کہ شاید پہلی بار انھیں موسموں کی رعایت کے ساتھ موسوم کیا گیا ہوگا۔ اور بعض ناموں میں عرب کے عقاید و رواج کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہوگا۔ ان ناموں کے لفظی معنی یہ ہیں۔ ہمارے پاس اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ مہینوں کے یہ نام کب رکھے گئے اور ان ناموں سے پہلے ان کے نام کیا تھے۔

(۱) محرم ـ جنگ و جدال کے حرام ہونے کا زمانہ

(۲) صفر ـ خالی (بے کاری کا زمانہ)

(۳ ـ ۴) ربیع ـ بہار ـ ربیع الاول و ربیع آخر

(۵ ـ ۶) جمادی ـ خزاں، جم جانے والا ـ جمادی اولی و جمادی اخری

(۷) رجب ـ تعظیم، کھجور میں تھمی لگانا

(۸) شعبان ـ پھیلانا اور متفرق ہونا

(۹) رمضان ـ تپش

(۱۰) شوال ـ اونٹنی کا گابھن ہونا

(۱۱) ذوقعدہ ـ برائے آرام بیٹھنے والا

(۱۲) ذوالحجۃ ـ حج والا

موسموں کے ساتھ ہم آہنگی قایم نہیں رہ سکتی تھی، اور قایم نہیں رہی ہوگی، لیکن یہ نام باقی رہ گئے ـ حتی کہ جب عرب والوں نے اپنے حج کو موسم کے ساتھ ہم آہنگ رکھنے کے لئے کبیسہ یا لوند کا طریقہ رائج کیا، اور اس سے بھی کام نہ چل سکا تو نسئی کا طریقہ اختیار کرلیا ـ اس کے بعد بھی مہینوں کے نام یہی رہے ـ مکی یا حضری تقویم میں بھی یہی نام مستعمل تھے ـ اور مدنی یا بدوی تقویم میں بھی مہینوں کے نام یہی تھے ـ

نقطہ آغاز :

کسی واقعہ کے لئے وقت واقعہ اور اس سے پہلے واقع ہونے والے واقعہ کے درمیانی فاصلوں کو بیان کرنے کا طریقہ زمانہ قبل از تاریخ سے رائج ہے ـ مثلاً یہ واقعہ طوفان نوح کے اتنے سال بعد ہوا یا یہ واقعہ فلاں بادشاہ کی تخت نشینی

کے پانچویں سال میں ہوا - فلاں بزرگ کی ولادت کے اتنے سال بعد یہ واقعہ ہوا - جس پہلے واقعہ سے زمانہ کی یہ پیمایش شروع کی جاتی ھے اس کو سنہ کا نقطہ آغاز کہتے ھیں۔ واقعہ کی توقیت کا یہ طریقہ خدا جانے کب سے رائج ھے - کتاب مقدس بائبل کے عہد نامہ عتیق میں بار بار یہ طریقہ بیان ملتا ھے مثلاً رحبعام بادشاہ کے پانچویں برس میں ایسا ہوا کہ مصر کا بادشاہ سیسق یروشلم پر چڑھ آیا - (۲ - تواریخ باب ۱۲ - فقرہ - ۲)

اسی طرح دوسرے ممالک میں بھی بادشاھوں کی تخت نشینی، یا آتش فشاں کے پھوٹ پڑنے کے سال سے یا سیلاب یا کسی مشہور جنگ سے شمار قایم کر لیتے ھیں - جس کی ایک مثال سنہ بکرمی ھے یہ اوجین کے راجہ بکرماجیت کے راج گدی پر بیٹھنے سے شروع ھوتا ھے - اسی طرح قبطی سنہ شاکا شالباھن وغیرہ کی ابتدا ھوتی ھے -

عرب کے مختلف علاقوں میں بھی اسی طرح سنین کے شمار کا طریقہ موجود تھا - یمن میں سدمارب کی شکست سے، اس کے بعد ملک الیمن سیف بن ذی یزن کی جنگ میں کامیابی سے سال شمار ھوتا تھا - حجاز میں سب سے زیادہ مشہور اور اھم واقعہ ابرھہ کا کعبہ پر حملہ اور تباھی کا واقعہ تھا - اس لئے حجاز میں سنہ کی ابتدا وھیں سے کی جاتی تھی -

ھجری سنہ کی ابتداء یوں ھوئی کہ ھجرت مدینہ کے چھٹے سال جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی خطوط لکھوائے تو صحابہ میں سے بعض نے تاریخ تحریر لکھوانے کی رائے دی - اس پر آپ نے فرمایا کہ اس پر لکھ دو کہ ھجرت کے چھٹے سال میں یہ خط لکھا گیا - اس روایت کو ابن عساکر نے

تاریخ دمشق جلد اول میں نقل کیا ہے ۔ اور امام السخاوی نے رسالہ الشماریخ میں بھی یہ روایت لکھی ہے ۔ عام طور سے ارباب تاریخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دفاتر حکومت کی تنظیم کی تو تمام سرکاری مراسلات اور کاغذات میں سنہ ھجری کی تعیین کے ساتھ تاریخ کا اندراج لازمی قرار دیا اور اس وقت سے سنہ ھجری چل پڑا ۔ غالباً پہلی روایت بھی غلط نہ ھوگی ۔ البتہ اس وقت کوئی دفتر نہیں تھا اس لئے جب حضرت فاروق اعظم نے سرکاری طور پر بذریعہ فرمان سرکاری مکاتبات میں تاریخ ھجری کا اندراج ضروری قراردیا تو لوگوں نے اسی کو ابتداء سمجھ کر بیان کر دیا ۔ اس لئے میرے خیال میں یہ دونوں روایتیں صحیح ھیں اور ان کے مابین کوئی تخالف نہیں ہے ۔

جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے مسلمانوں نے مفتوحہ ممالک میں مقامی رسم و رواج کے صرف اسی حصہ کو بدلا تھا جو شریعت اسلامی کے خلاف تھا ۔ عام طور پر مفتوحہ ممالک میں وھی سنین اور تاریخیں رائج تھیں جو فتح اسلامی سے پہلے سے رائج تھیں ۔ مثلاً مصر میں قبطی سنہ باقی رہا ۔ شام و فلسطین میں روم کا جولیانی سنہ باقی رہا ۔ اور ایران و افغانستان میں سنہ کیخسرو اور سنہ لقائی موجود رہا ۔ اور سنہ و تاریخ ھی کیا دفاتر کی زبان بھی مقامی ھی رھی ۔ مصر میں قبطی، شام وفلسطین میں آرامی، ایران میں فارسی، اور افغانستان و بلوچستان میں اوزبکی اور پشتو، بلوچی وغیرہ ۔ مالگزاری کے دفاتر میں اگرچہ مقامی زبانیں اور مقامی سنین باقی رہے مگر عدالتوں میں اور والی ملک کے دفاتر میں عربی زبان ھی مستعمل تھی ۔ اور مرکز خلافت سے خط و کتابت بھی عربی زبان ھی میں ھوتی تھی، اور ان مراسلات پر تاریخیں بھی ھجری سنہ کے بموجب ھی درج کی جاتی تھیں ۔

۷۶ھ - ۶۹۵ء میں امیر المومنین خلیفہ عبدالملک بن مروان نے یہ حکم دیا کہ مقامی دفاتر کو عربی میں منتقل کر دیا جائے ۔ اس وقت پہلی بار یہ سوال پیدا ہوا کہ محکمہ عشر و خراج میں تاریخیں کیا درج ہوں، قمری مہینے تو موسم کا ساتھ نہیں دے سکتے، اور عشر و خراج وغیرہ مالگزاریوں کی وصولی موسم کے بموجب ہی ہوسکتی ہے ۔ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ یکم محرم سنہ ۱ھ کو نقطہ آغاز قرار دے کر شمسی سال شمار کرلئے جائیں، لیکن اس طرح کے شمسی هجری سال ہر ملک میں نہیں بنائے گئے ۔ مصر نے مالگزاری اور دیگر ملکی ضروریات کے لئے قبطی شمسی سال قایم رکھا، البتہ یہ طریقہ جاری کردیا کہ قمری هجری سال بھی ساتھ ساتھ لکھدیا جاتا تھا ۔ یہ صورت حال فاطمی خلیفہ المستنصر ۴۲۷ھ - ۱۰۳۵ء تا ۴۸۷ھ - ۱۰۹۴ء کے زمانہ تک قایم رہی، اس وقت ایک هجری قمری تقویم بنائی گئی جس کی بنیاد قاہرہ میں پیدائش قمر پر قایم کی گئی اور آج تک داؤدی بوہروں اور آغاخانیوں کے نزدیک مذہبی تقدس کے ساتھ مقبول ہے ۔ مگر مصری عوام نے جیسے فاطمی فقہ کو رد کردیا تھا اس تقویم کو بھی قبول نہیں کیا ۔

ایران میں شمسی هجری سنہ بنایا گیا لیکن اس وقت تو مقبول نہ ہوا البتہ سامانی دور حکومت میں یعنی ۲۷۹ھ - ۸۹۲ء کے بعد سرکاری طور پر رائج ہوسکا ۔ اور قاچاری دور میں چند ترمیموں کے ساتھ جاری ہو گیا ۔ ہندوستان میں اکبر کا ماہ جلالی بھی اسی اصول پر بنا تھا ۔ ۹۰۰ھ کے قمری سال کے اختتام کو نقطہ آغاز قرار دے کر شمسی سال شمار کرلئے گئے ۔ اور مہینوں کے نام مجوسی تقویم سے لے لئے گئے تھے ۔ یہ جلالی تقویم کہلاتی ہے ۔ افغانستان میں بھی اسی طریقہ سے تیرھویں صدی هجری قمری میں ایک شمسی تقویم تیار کی گئی ۔ اس میں مہینوں کے

نام بارہ آسمانی برجوں کے نام ہی رہے۔ اور اس کی ابتداء بھی ۲۱ مارچ یعنی تحویل شمسی در برج حمل سے رکھی گئی۔ باقی مہینوں کے نام بھی بارہ برجوں ہی کے نام رہے۔ لیکن سرکاری دفاتر سے باہر یہ تقویم مقبول نہ ہوئی۔ سنہ ہجری قمری ہی قایم رہا۔

ریاست حیدرآباد دکن میں یہ رواج تھا کہ عام ملکی ضروریات اور دفتری مراسلات کے لئے اکبر کی تقویم جلالی، فصلی سنہ کے نام سے جاری تھی۔ مگر فرامین شاہی اور دفتر حضور میں تاریخوں کا اندراج سنہ ہجری شمسی سے ہوتا تھا۔

سنہ ہجری کا آغاز:

مسلمانوں نے اپنی تقویم کا نقطہ آغاز ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں قرار دیا، اس کا جواب آپ کو تفصیلی طورپر تاریخ اسلام میں ہجرت کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی اثرات کے مطالعہ میں ملے گا۔ اور یہ نظر آئے گا کہ ہجرت سے پہلے مسلمان کوئی قوم نہ تھے۔ مخلص خدا پرستوں کا ایک گروہ تھا، گھر میں دو بھائی دو مذہب رکھتے تھے۔ باپ بیٹا اور میاں بیوی دو الگ الگ مذاہب کے پیرو کار تھے۔ اسی طرح خیر وشر کا معیار میاں کے نزدیک اور تھا اور بیوی کے نزدیک اور، باپ کے نزدیک اور تھا اور بیٹے کے نزدیک اور، اسی طرح مسلمانوں کو مکہ میں کوئی سیاسی اقتدار بھی حاصل نہ تھا، وہ دارالندوہ کے فیصلوں اور ابوجہل کے اقتداراعلی کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔

اگرچہ تقویم کا نقطہ آغاز بنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، ۶۱۰ء میں نزول قرآن مجید کی ابتداء اور واقعہ اسراء وغیرہ متعدد یادگار واقعات موجود تھے مگر ان سب پر غور کرنے کے بعد ہر شخص بڑی آسانی کے

ساتھ یہ سمجھ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی واقعہ ہجرت سے زیادہ اثر انداز اور عہد آفریں نہیں تھا۔ اور نہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو شخصیت پرست ہونے کی تعلیم دی تھی۔ اس لئے یہی ہوسکتا تھا اور یہی ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی تقویم کا نقطہ آغاز سال ہجرت کی پہلی محرم کو قرار دیا۔ پہلی محرم سنہ ۱ ہجری قمری، مطابق ہے جمعہ ۱۶ جولائی ۶۲۲ء گریگوری اور سنہ ۴۳۸۳ خلیقہ یہودی تقویم کے۔

اگرچہ اسی تطابق سے کام چلانے کے لئے تقابلی جدولوں میں حساب کرلیا جاتا ہے، لیکن حقیقتاً یہ صحیح نہیں ہے۔ شمسی تقویموں میں بار بار ترمیمیں ہوتی رہی ہیں۔ اور ہم یقین کےساتھ کسی تطابق کو بالکل صحیح قرار نہیں دے سکتے۔ البتہ یہ پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یکم محرم ۱ھ سے بارہ قمری مہینوں کے سال بغیر کبیسہ و ترمیم شمار ہوں تو موجودہ سال ۱۳۰۰ھ ہے۔ شمسی سال سے کوئی جس طرح حساب کرنا چاہے، کرلے ہجری قمری سال پر اس حساب کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اس صدی کے ماہرین میں سے مسٹر وسٹنفیلڈ، مسٹرگرین فیل، مسٹر ہیزارڈ، منشی دیبی پرشاد بدایونی، منشی دوارکا ناتھ بنارسی، محمد مختار پاشا الفلکی، ڈاکٹر حسام محی‌الدین اور سید ابراہیم وغیر ہم نے جمعہ ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء گریگوری کو یکم محرم‌سنہ ۱ھ قرار دیا ہے۔ اور اسی‌بنیاد پر تقابلی جدولیں تیار کی ہیں۔ دوسرا کوئی ماہر ریاضی دان دنوں کے شمار سے ۱۶ جولائی کی بجائے ۱۵ یا ۱۷ جولائی بھی بتا سکتا ہے۔ لیکن اس سے عملی طور پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ حقیقت بہر حال قایم رہے گی کہ قمری سال

اور هجری تقویم حقیقی فاصله زمانی کو ظاهر کرتی هے اور شمسی تقویمیں حسابی اور ریاضیاتی فاصله کو بتاتی هیں ۔ یه طویل اور دقیق عمل حسابی کی محتاج هیں ۔